

نوحہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ فون 2329

میری پیاری ماں! میری سوچیں مجھے میرے ماضی کی طرف کھینچے لیے جا رہی ہیں اور میرے ذہن میں موجود ماضی کی ویڈیو کیسٹ نے چلنا شروع کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوں' جو گھر کے صحن اور کمروں میں شرارتیں کرتا بھاگتا پھر رہا ہے۔ بھاگتے بھاگتے جب کبھی مجھے ٹھوکر لگتی ہے تو میں گر جاتا ہوں اور میرے رونے کی آواز سے آپ کے سینے میں اک تیر سا لگتا ہے اور آپ باز کی سی پھرتی سے مجھ پر جھپٹتی ہیں اور مجھے اٹھا کر سینے سے لگا لیتی ہیں اور مجھے اتنا جی بھر کر پیار کرتی ہیں کہ میرے رخساروں پر آپ کے ہونٹوں کے نشانات ثبت ہو جاتے ہیں اور میں آپ کی گود میں اٹکھیلیاں کر رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ سیب کی قاشیں کر کے مجھے کھلا رہی ہیں۔ سیب میں کھا رہا ہوں' لیکن سرخی آپ کے چہرے پر آ رہی ہے۔ میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ آپ مجھے نہلا رہی ہیں' خوبصورت کپڑے پہنا رہی ہیں' بالوں میں کنگھی کر رہی ہیں' چہرے پر پوڈر لگا رہی ہیں اور پھر مجھے محبت سے دیکھ کر فرط جذبات سے سینے سے چمٹا رہی ہیں۔ جب میں بولنے کے قابل ہوا تو آپ نے سب سے پہلے مجھے کلمہ طیبہ سکھایا اور پھر بسم اللہ یاد کرائی۔ جب میں اپنی توتلی زبان سے آپ کو کلمہ طیبہ پڑھ کر سناتا تو آپ خوشی سے پھولے نہ سماتیں۔ جب میں سکول جانے کے قابل ہوا تو آپ نے مجھے اپنے علاقے کے بہترین سکول میں داخل کرایا۔ جب میں گلے میں بستہ ڈالے سکول کو روانہ ہوتا تو آپ مجھ پر درود شریف کا دم کرتیں۔ میں سکول چلا جاتا تو میرے بغیر گھر میں آپ کا جی نہ لگتا۔ اگر میں کبھی سکول سے لیٹ ہو جاتا تو آپ کی آنکھیں میرے رستے میں گڑی ہوتیں اور جونہی میں آپ کے سامنے آتا تو آپ کی آنکھوں میں خوشی سے تارے جھلملانے لگتے۔ آپ مجھے کبھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتیں۔ گلی محلے میں کھیلنے کے لیے کبھی نہ جانے دیتیں۔ میں جب کبھی بیمار ہو جاتا تو آپ شدید پریشان ہو جاتیں' گھر کا سارا نظام تلپٹ ہو جاتا۔ آپ میرے سرہانے ساری ساری رات جاگتیں اور آیات قرآنی پڑھ پڑھ کر مجھ پر دم کرتیں۔

والدہ محترمہ! جب میری عمر دس سال ہوئی تو اباجان داغ مفارقت دے گئے۔ ہماری خوشگوار زندگی پر بلائیں ٹوٹ پڑیں۔ رشتے داروں نے آنکھیں پھیر لیں' اپنے

بیگانے ہوگئے لیکن آپ نے مجھے کبھی بھی یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ آپ سحاب کرم بن کر میرے سر پر چھائی رہیں۔ آپ نے مجھے ماں کی ممتا کے ساتھ ساتھ باپ کی شفقت بھی عنایت کی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ابا جی کی وفات کے وقت ہمارا کل اثاثہ رہائشی مکان اور والد صاحب کی چھوڑی ہوئی تھوڑی سی رقم تھی۔ جب رشتے داروں نے آپ سے کہا کہ آپ مجھے سکول سے اٹھا لیں اور کسی کام پر ڈال دیں' کیونکہ آپ کے پاس مجھے تعلیم دلانے کے لیے رقم نہ تھی لیکن آپ کا جرنیلی حوصلہ رشتہ داروں کے سامنے سنگلاخ چٹان بن گیا اور آپ نے رشتہ داروں کو دو ٹوک جواب میں کہا تھا "میں لوگوں کے گھروں میں محنت مشقت کر لوں گی لیکن اپنے بچے کو زیور تعلیم سے ضرور آراستہ کروں گی"۔

یہ آپ کے عزم محکم کے باعث تھا کہ میں میٹرک' ایف۔ اے اور بی۔ اے میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرتا رہا۔ جب بھی میرا رزلٹ آتا تو آپ کے چہرے پر ایک فاتح کی مسکراہٹ ہوتی اور اس عظیم مسکراہٹ سے میرے اندر ایک نیا حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوتا۔

ام محترمہ! امتیازی حیثیت سے بی اے کرنے کے بعد جب مجھے ایم بی اے کرنے کے لیے امریکہ جانا پڑا تو یہ وقت آپ کے لیے بڑے امتحان کا وقت تھا۔ میں آپ کا اکلوتا بیٹا' جو آپ کی آنکھوں کی بینائی تھا' جس کو دیکھے بغیر آپ ایک دن نہ گزار سکتی تھیں' وہ ایک لمبی مدت کے لیے آپ سے ہزاروں میل دور جا رہا تھا۔ آپ کے آہنی عزم کو سلام کہ آپ نے اپنی محبت پر میری تعلیم کو فوقیت دی۔ آپ نے اپنے زیورات اور گھر کی قیمتی اشیاء بیچ کر میرے داخلہ اور سفر وغیرہ کے اخراجات کا بندوبست کیا۔

مادر شفیق! بیرون ملک میری تعلیم کا بندوبست ہونے کے بعد یہ مسئلہ درپیش تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد آپ پاکستان میں کس کے پاس رہیں گی۔ کسی رشتہ دار کے پاس رہنا آپ کی غیور طبیعت کو گوارہ نہ تھا اور میرے ساتھ امریکہ چلے جانا ہمارے بس میں نہ تھا۔ ہم دونوں اسی مسئلہ کے حل میں سرگرداں تھے کہ آپ نے ہی تجویز پیش کی تھی کہ میرا دوست مسعود احمد جو پہلی جماعت سے بی اے تک میرا

کلاس فیلو اور جگری یار تھا' اس کا اور اس کے گھر والوں کا بڑی دیر سے ہمارے گھر آنا جانا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ والی گلی میں کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ آپ نے کہا تھا کہ ہمارے پاس تین کمرے ہیں اور ایک بڑا صحن ہے۔ میں اکیلی اتنے بڑے گھر کو کیا کروں گی۔ تم سامنے والے دو کمرے اور مشترکہ صحن اپنے دوست کو کرائے پر دے دو۔ کونے والے ایک کمرے میں' میں رہائش رکھ لوں گی۔ مسعود احمد کی ماں میری بہن بنی ہوئی ہے اور اس کے بچے مجھے تیری طرح ہیں۔ ان کے یہاں رہنے سے گھر میں رونق بھی رہے گی اور تمہاری جدائی کا غم بھی ہلکا رہے گا۔ ان سے جو کرایہ مکان ملے گا' اس سے میری گزر بسر ہوتی رہے گی اور تم میرے اخراجات سے بے فکر ہو کر تعلیم حاصل کر سکو گے۔ ۔ میں نے آپ کی تجویز کو فوراً مان لیا تھا اور اسی وقت بھاگم بھاگ مسعود کے گھر گیا تھا اور اس کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی۔ اس نے مجھے فوراً اندر بلا لیا تھا اور میری موجودگی میں اپنی والدہ اور والد کے سامنے آپ کی تجویز رکھی تھی۔ وہ سب آپ کی بات سے متفق تھے اور بہت زیادہ خوش تھے۔ مسعود احمد اور اس کے گھر والے میری امریکہ روانگی سے قبل ہمارے ہاں منتقل ہو گئے تھے اور آپ کی طبیعت ان میں مکمل مل گئی تھی اور میں اس صورت حال سے بہت خوش تھا۔

پھر وہ وقت آ گیا جب آپ مجھے امریکہ جانے کے لیے ایئرپورٹ پر چھوڑنے آئی تھیں اور انتہائی حوصلہ اور ضبط کے باوجود آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شبنم گر رہی تھی اور آپ نے مجھے اپنی دعاؤں کی چھاؤں میں امریکہ روانہ کیا تھا۔

امی جان! میں امریکہ پہنچ کر اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گیا لیکن ایک لحظہ بھی آپ کو نہ بھلا سکا۔ ہر وقت آپ کا رخشندہ چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا رہتا۔ میں ہر پندرہ دن بعد آپ کو خط لکھتا رہتا اور جواباً آپ کے خط بھی آتے رہتے اور ہم ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوتے رہتے۔ آپ کی طرف سے مجھے ہمیشہ آپ کی خوشی اور خیریت کی اطلاع ملتی۔ تقریباً اڑھائی سال آپ کی اور میری خط و کتابت جاری رہی۔ امریکہ سے ایم بی اے کرنے کے بعد جب میں نے آپ کو اپنی کامیابی کی نوید سناتے ہوئے خط لکھا تو آپ کا ڈھیروں مبارک بادوں اور دعاؤں سے

بھرا جوابی خط ملا' جسے پڑھ کر میں خوشی سے آبدیدہ ہوگیا۔ پھر میں نے آپ کو اپنی پاکستان واپسی کا خط لکھا اور بتایا کہ میں فلاں تاریخ کو پاکستان پہنچ رہا ہوں تو آپ نے مجھے جواباً انتہائی مسرت انگیز خط لکھا تھا کہ بیٹا! میں تمہارے استقبال کے لیے ایئرپورٹ پر موجود ہوں گی لیکن کل جب میں پاکستان آیا تو میری آنکھیں آپ کی تلاش میں تھیں لیکن مجھے وہاں کہیں بھی آپ کا وجود نظر نہ آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا دوست مسعود احمد ایئرپورٹ پر ایک کونے میں کھڑا ہے اور وہ مجھے لینے کے لیے آیا ہوا ہے۔ میں مسعود سے بڑے تپاک سے ملا اور اس سے فوراً آپ کی بابت پوچھا کہ آپ تشریف کیوں نہیں لائیں؟ لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں چھیڑ کر مجھے اپنی باتوں میں لگاتا رہا۔ پھر جب میں نے زور دے کر آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ اس سوال کا جواب گھر جا کر دے گا۔ اس کا یہ جواب سن کر میرا پورا وجود تھرا اٹھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ خیریت نہیں۔

گھر پہنچا تو اس کے سارے گھر والے مجھے ملنے کے لیے گھر کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔ لیکن امی جان! وہاں آپ کا چہرہ نہیں تھا۔ گھر میں بیٹھنے کے بعد میں نے فوراً ان سے پُوچھا کہ میری امی جان کہاں ہیں؟ تو انہوں نے مجھے یہ بتا کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکال دی کہ آپ کو فوت ہوئے چھ ماہ گزر گئے ہیں۔ آپ کی موت کی خبر سن کر میرے جسم پر رعشہ طاری ہوگیا۔ میں بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں ایم بی اے کی اس ڈگری کو آگ لگا دوں جس نے مجھے میری ماں کا چہرہ نہ دیکھنے دیا۔ مسعود احمد اور اس کے گھر والے مجھے تسلیاں دیتے رہے لیکن میرے مجروح دل کو تسکین کہاں ملتی تھی۔ میں نے مسعود کے گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے مجھے میری والدہ کے فوت ہونے کی اطلاع کیوں نہ دی' جس کا جواب صرف خاموشی تھا۔ میں نے روتے ہوئے مسعود احمد سے کہا کہ مجھے میری امی جان کی قبر پر لے چلو۔ اس پر وہ سارے گھر والے پھر خاموش ہوگئے۔ میں نے ان سے غصہ سے پوچھا "بتاؤ کہاں دفن ہے میری ماں؟" تو مسعود نے جواب دیا کہ وہ "ربوہ" میں دفن ہے۔

"میری ماں کا ربوہ سے کیا تعلق؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اپنی خواہش کے مطابق وہاں دفن ہوئی ہیں" مسعود نے جواب دیا۔

"یہ کیسی خواہش؟"

"بس ان کی مرضی"۔

"ربوہ میں تو قادیانی دفن ہوتے ہیں" میں نے کہا۔

"انھوں نے بھی قادیانی مذہب قبول کر لیا تھا" مسعود نے جواباً کہا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا" میں نے للکار کر کہا۔

"یہ دیکھئے پکا ثبوت" مسعود نے مجھے آپ کے قادیانی ہونے پر آپ کا بیعت فارم دکھاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ربوہ میں دفن ہونے کی آپ کی وصیت بھی دکھائی۔

"کس مردود کی تبلیغ سے میری ماں قادیانی ہوئی" میں نے غصہ میں کانپتے ہوئے کہا۔

"تمہاری تبلیغ سے" مسعود نے فاتحانہ انداز میں آنکھوں میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم قادیانی ہو؟" میں نے غضبناک ہو کر پوچھا۔

"ہاں ہم قادیانی ہیں" مسعود نے سینہ تان کر جواب دیا۔

"تم نے میرے ساتھ زندگی کے پندرہ سال گزارے لیکن تم نے آج تک مجھے یا کسی دوست کو نہیں بتایا کہ تم قادیانی ہو"۔

"اگر بتا دیں تو تم میں مل جل کر کیسے رہیں؟ تمہیں اپنے جال میں کیسے پھنسائیں؟ اور ایسی مہموں میں کامیاب کیسے ہوں؟" مسعود نے میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے کہا۔ قریب تھا کہ مسعود اور مجھ میں ہاتھا پائی ہو جاتی کہ اس کا چھوٹا بھائی محمود مجھے پکڑ کر باہر لے گیا۔ محمود ان میں سے کچھ کھرا اور صاف طبیعت کا مالک ہے اور ان دنوں اس کے اپنے گھر والوں سے کسی مسئلہ پر شدید اختلافات ہیں۔

ماں جی! محمود نے مجھے بتایا۔

"تمہارے امریکہ چلے جانے کے بعد اس کے گھر والوں نے تمہاری والدہ کی خوب خدمت کی۔ انھیں کبھی علیحدہ کھانا نہ پکانے دیا' عین وقت پر انھیں چارپائی پر کھانا پہنچایا جاتا۔ میری بہنیں تمہاری والدہ کے کپڑے دھوتیں' سر میں تیل ڈال کر

مالش کرتیں' رات کو روزانہ سونے سے قبل پاؤں دباتیں۔ اس طرح کی خدمت کر کے ہمارے گھروالوں نے تمہاری والدہ کو اپنے اخلاق کے شیشے میں اتار لیا اور پھر آہستہ آہستہ انھیں قادیانیت کی تبلیغ شروع کردی۔ ان پڑھ ہونے کے ناطے وہ سمجھتی تھیں کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک طبقہ ہیں۔ جس طرح مختلف مسالک کے آپس میں اختلافات ہیں' ایسے ہی اختلافات دوسرے مسالک اور قادیانیوں کے مابین ہیں۔ پھر انھیں یہ بتایا گیا کہ تمہارا بیٹا سلیم بھی قادیانی ہو چکا ہے اور ہمارے گھروالوں نے تمہاری والدہ کو تمہارا خط دکھایا' جس میں تم نے لکھا تھا کہ تم قادیانی ہو چکے ہو اور تم نے اپنی والدہ کو کہا تھا کہ قادیانی ہی سب سے بہتر مسلمان ہیں۔ اس خط میں تم نے اپنی والدہ کو تاکید کی تھی کہ وہ بھی فوراً قادیانی ہو جائیں"۔

میری پیاری ماں! محمود نے مجھے بتایا۔

"جب امریکہ سے تمہارا خط آتا تو ہمارے گھروالے تمہاری والدہ کو اپنی مرضی کا فرضی خط سنا دیتے اور تمہیں تمہاری والدہ کی خیریت کا خط لکھ دیتے۔ تمہیں تمہاری والدہ کے جتنے بھی خطوط ملے' وہ جعلی تھے۔ ایک سال کی تبلیغ کے بعد تمہاری والدہ قادیانی ہوگئیں۔ ان کے قادیانی ہونے پر ہمارے گھروالوں نے انھیں پھر تمہارا جعلی خط سنایا' جس میں تم نے اپنی ماں کو قادیانی ہونے پر ہزاروں مبارک بادیں دی تھیں اور اسے اللہ کا بہت بڑا انعام لکھا تھا' جسے پڑھ کر تمہاری والدہ ازحد خوش ہوئی تھیں۔ پھر تمہاری والدہ اکثر قادیانی تقریبات میں آنے جانے لگیں۔ وہ کئی مرتبہ ربوہ بھی گئیں اور پھر انھوں نے باقاعدہ بیعت بھی کرلی اور بیعت فارم پر انگوٹھا لگا دیا۔ پھر ہمارے گھروالوں نے دھوکا دہی سے آپ کی والدہ سے اشٹام پیپرز پر انگوٹھے لگوا کر آپ کا مکان اپنے نام منتقل کروا لیا۔ چھ ماہ قبل جب تمہاری والدہ کا انتقال ہوا تو ہمارے گھروالوں نے انتہائی رازداری سے رات کے وقت لاش ربوہ لے جا کر عام قبرستان میں دفن کردی"۔

اماں جان! محمود نے مجھے ربوہ میں قبرستان کا ایڈریس بتایا اور آپ کی قبر کی نشانی بتائی۔ میں اسی وقت وہاں سے بس میں سوار ہوا اور ربوہ پہنچ گیا اور اب میں آپ کی قبر پر آپ کے قدموں میں کھڑا ہوں۔ میں آپ کی قبر کو غمناک اور نمناک آنکھوں

سے دیکھ رہا ہوں۔

ماں جی! میں آپ کا بیٹا سلیم آیا ہوں' جس کے رونے کی آواز پر آپ دوڑ کر آیا کرتی تھیں ــــ آج وہ سلیم آپ کی قبر پر کھڑا رو رہا ہے ــــ ماں جی! آج سلیم کو چپ کرانے کے لیے قبر سے باہر آجائیے ــــ ورنہ سلیم آپ سے روٹھ جائے گا۔

ماں جی! اٹھیئے ــــ میرے آنسو پونچھیئے ــــ مجھے سہارا دیجئے ــــ میں رو رو کر نڈھال ہو گیا ہوں۔

ماں جی! مجھے بتائیے ــــ آپ کے ساتھ کیا بیتی؟ آپ کے ساتھ کیا ظلم ہوا۔

ماں جی! ہم لٹ گئے ــــ ہم برباد ہو گئے۔

ماں جی! ختم نبوت کے ڈاکوؤں نے آپ سے آپ کا ایمان چھین لیا۔ قادیانی سانپوں نے آپ کو ڈس کر آپ کا چراغ ایمان گل کر دیا ــــ

ہائے ماں جی! آپ کافرہ اور مرتدہ ہو گئیں ــــ

آپ نے مرزے کو نبی مان لیا ــــ

ہائے ماں جی! آپ سدا جہنمی ہو گئیں ــــ

ہائے اب آپ کو کبھی بھی جہنم سے رہائی نہیں ملے گی ــــ

ہائے آپ کی قبر دوزخ کا گڑھا بن گئی ــــ

ہائے آپ کی قبر بچھوؤں اور سانپوں کا مسکن بن گئی ــــ

ماں جی! اگر میں اپنے سارے آنسو آپ کی قبر پر بہا دوں ــــ تو بھی آپ کی قبر ٹھنڈی نہیں ہو سکتی ــــ

اگر میں شبنم سے کہوں کہ وہ اپنے سارے موتی آپ کی قبر پر چھڑکا دے ــــ تو بھی آپ کی قبر کی آگ نہ بجھ سکے گی ــــ

اگر میں بادلوں سے درخواست کروں کہ وہ اپنے دامن میں سمیٹی ہوئی ساری موسلا دھار بارشیں آپ کی قبر پر برسا دیں ــــ تو بھی آپ کے مرقد کی تپش میں فرق نہیں پڑے گا ــــ

اگر میں دریاؤں سے التماس کروں کہ دنیا کے سارے دریا سمندر میں گرنے کی بجائے آپ کی قبر میں آگریں ــــ تو بھی آپ کی آتش قبر پر کوئی اثر نہیں

ہوگا۔۔۔۔۔۔

اگر میں جنات سے التجا کروں کہ وہ بحر منجمد شمالی کی ساری برف لا کر آپ کی قبر پر پہاڑ لگا دیں۔۔۔۔۔۔ تو بھی برف کا یہ پہاڑ آپ کی قبر میں ذرہ بھر ٹھنڈک نہ پیدا کر سکے گا۔۔۔۔۔۔

کیونکہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی ہے اور اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا۔۔۔۔۔۔ اور کافروں کو اللہ کبھی بھی آگ سے رہائی نہیں دیں گے۔

ماں جی! میں آپ کا مجرم ہوں۔۔۔۔۔۔ اس جہان میں بھی۔۔۔۔۔۔ اگلے جہاں میں بھی۔۔۔۔۔۔ آپ کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا' میری وجہ سے ہوا۔۔۔۔۔۔ میری دوستی کی وجہ سے ہوا۔۔۔۔۔۔

ماں جی! یہ معاشرہ آپ کا مجرم ہے۔۔۔۔۔۔ جو قادیانیوں سے نفرت نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔ جو قادیانیوں کی خفیہ سرگرمیوں پر کڑی نظر نہیں رکھتا۔۔۔۔۔۔ جو قادیانی معلوم ہو جانے پر بھی قادیانی کو مسلم معاشرے سے باہر نہیں نکالتا۔۔۔۔۔۔

ماں جی! یہ حکومت آپ کی مجرم ہے۔۔۔۔۔۔ جو اس ملک میں مرتدوں اور زندیقیوں کو تہہ تیغ نہیں کرتی۔۔۔۔۔۔

ماں جی! وہ علماء آپ کے مجرم ہیں۔۔۔۔۔۔ جو منبر پر بیٹھ کر مسلمانوں کو قادیانیوں کے عقائد و عزائم سے آگاہ نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔ جو قادیانیت کے کفر کو ننگا نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔ جو آستین کے ان سانپوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو طشت از بام نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔ جو مسلمانوں کے ایمانوں پر پہرہ نہیں دیتے۔۔۔۔۔۔

ماں جی! کاش کوئی میری ایم۔ بی۔ اے کی ڈگری لے لے اور آپ کو جہنم کے شعلوں سے بچا لے۔۔۔۔۔۔

کاش! کوئی مجھ سے میری تعلیم لے لے اور آپ کو دوزخ سے رہائی دلا دے۔

کاش! کوئی مفت میں مجھے اپنا غلام بنا لے اور آپ کو بچھوؤں اور سانپوں سے بچا لے۔۔۔۔۔۔

کاش! کوئی مجھ سے میری بھرپور جوانی کی زندگی لے لے اور آپ کو عذاب قبر سے بچا لے۔۔۔۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔